ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵ نومبر ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

فرمان مبارک حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں اپنی نمازیں ضائع نہ کرو

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر نہایت عجلت میں نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا اے شخص اپنی نماز پھر پڑھ۔ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے دوبارہ اسی طرح نماز ادا کی۔ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ جب تیسری دفعہ بھی ایسا ہوا۔ تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے نماز پڑھوں؟ فرمایا۔ پہلے اچھی طرح وضو کر۔ پھر قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہہ۔ پھر قرآن پاک جس قدر یاد ہو پڑھ۔ پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کر۔ پھر سر اٹھا۔ یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جا۔ پھر سکون و طمانیت کے ساتھ سجدہ کر۔ پھر سر اٹھا اور ٹھیک سے بیٹھ جا۔ اسی طرح نماز کو پوری کر۔" (بخاری مسلم اور ابوداؤد)

(یعنی حضور قلب سے خشوع اور خضوع کیساتھ نماز کے ہر ارکان کو آہستہ آہستہ ادا کیا جائے جلدی نہ کی جائے۔)

اس حدیث میں ان کے لئے عبرت ہے جو نماز میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ خدا ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ کامل نماز کو ادا کرے۔ آمین

نوٹ:- ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس حدیث کی نقل (جس قدر ہو سکے) کر کے مسجدوں میں آویزاں کریں اور لوگوں میں تقسیم فرمائیں اور دین و دنیا کی بھلائی اور حضورؐ کی خوشنودی کا باعث بنیں۔

ہفتہ وار خبریں

—— کراچی ۷ر نومبر۔ عالمی بنک کے نمائندوں اور حکومت پاکستان کے درمیان آئندہ ہفتے سے نہری پانی کے تنازعہ کے متعلق پھر بات چیت شروع ہو رہی ہے۔

—— ڈھاکہ ۷ر نومبر۔ سپریم کورٹ کا آئندہ اجلاس ۱۸ر نومبر سے ۷ر دسمبر تک ڈھاکہ میں ہوگا۔

—— ڈھاکہ ۸ر نومبر۔ مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ نے آج یہاں اعلان کیا کہ صوبائی اسمبلی نے اپنے اجلاس میں مخلوط طریق انتخاب کی جو قرارداد منظور کی تھی۔ اس کی پھر حمایت کے لئے صوبائی اسمبلی کا ایک خاص اجلاس ایک روز کیلئے بلایا جائے گا۔

—— کراچی ۹ر نومبر۔ حکومت پاکستان نے آج تنخواہ کمیشن کے ارکان اور ان کے کار کی نوعیت کا اعلان کیا ہے۔ تنخواہ کمیشن حکومت پاکستان کے چوتھے اور تیسرے درجے کے ملازمین کی اقتصادی اور مالی حالت کی تحقیقات کر کے حکومت کو رپورٹ پیش کرے گا۔

—— نیویارک ۷ر نومبر۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی میں بھارت کی طرف سے پیش کردہ قرارداد ۲۲ کے مقابلہ میں ۳۸ ووٹوں سے مسترد کر دی گئی۔ ۲۰ ارکان غیر حاضر تھے۔ بھارت نے اس قرارداد میں ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری اور تجربات پر مکمل پابندی کا مطالبہ کرنیکے علاوہ ماہرین پر مشتمل سائنٹیفک ٹیکنیکل کمیشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔

—— ماسکو۔ ۷ر نومبر۔ انقلاب روس کی چالیسویں سالگرہ کے موقع پر آج یہاں فوج اور شہریوں کی پریڈ ہوئی۔ اور ہتھیاروں کا مظاہرہ کیا گیا۔

—— لندن ۷ر نومبر۔ ڈاکٹر لیونکس جانسٹن نے اپنی کتاب "سگریٹ نوشی کی بیماری اور اس کا علاج" میں لکھا ہے۔ کہ شاہ جارج ششم کثرت سگریٹ نوشی کا شکار ہوئے ہیں۔

—— نیویارک۔ ۸ر نومبر۔ آج یہاں اعلان کیا گیا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل پیر کے دن مسئلہ کشمیر پر پھر بحث شروع کرے گی بھارتی نمائندے مسٹر کرشنا مینن اپنا بیان مکمل کریں گے۔ توقع ہے کہ برطانیہ اور امریکہ ایک قرارداد پیش کریں گے۔ جس میں سلامتی کونسل سے مسٹر گراہم کو پاک و ہند کا دورہ کرنے کا مطالعہ کیا جائے گا۔

—— الجزائر ۹ر نومبر۔ فرانس کے فوجی حکام نے آج یہاں اعلان کیا ہے کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں کے دوران میں ۴۳ ... پسندوں کو شہید کیا گیا ہے اور ۱۲ کو گرفتار کر لیا۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳ | ۲۲ ربیع الآخر سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۷

انقلابی کونسل

چند دن ہوئے ری پبلکن پارٹی کے بانی ڈاکٹر خاں صاحب نے ایک بیان میں یہ کہا تھا کہ پاکستان کی تمام خرابیوں کا علاج انقلابی کونسل ہے۔ ان کی اس تجویز پر ہر طرف سے لے دے ہو رہی ہے۔ رہنمایان قوم اس کے خلاف بیان دے رہے ہیں اور اخبارات ایڈیٹوریل نوٹ لکھ رہے ہیں۔ ہمیں جو بیانات اور ایڈیٹوریل مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ سب کے سب اس تجویز کے خلاف ہیں۔ صرف مرکزی وزیر مواصلات جعفر شاہ ہی ایک ایسے لیڈر ہیں۔ جنہوں نے اس تجویز کی تائید کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے انقلابی کونسل کی تفصیلات نہیں بتلائیں ان سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک تجویز پیش کر دی ہے۔ اس کی تفصیلات مرتب کرنا ان لوگوں کا کام ہے۔ جن کے ہاتھ میں ملک کے معاملات کی باگ ڈور ہے۔

انقلابی کونسل کی تجویز فی نفسہٖ نہایت معقول ہے۔ اگر کسی انسان کے جسم پر زہریلا پھوڑا یا ناسور ہو جائے تو ڈاکٹر اس کا علاج اپریشن تجویز کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کی اس رائے پر نہ مریض چیں بجبیں ہوتا ہے اور نہ اس کے لواحقین اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح معاشرہ میں اگر بے شمار ناسور پیدا ہو جائیں تو ہر سمجھ دار انسان اس کا کوئی نہ کوئی علاج تجویز کرے گا۔ پاکستانی معاشرہ میں بے شمار ناسور پیدا ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر خاں صاحب نے انقلابی کونسل کو اس کا علاج بتلایا ہے۔ اس کی مخالفت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ لیکن ڈاکٹر خاں صاحب کی یہ منطق بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ انقلابی کونسل کی تجویز تو وہ خود کریں اور اس کی تفصیلات وہ ان لوگوں کے سپرد کر دیں۔ جن سے ملک و قوم کو نجات دلانے کے لئے انقلابی کونسل کی تجویز کی گئی ہے۔ جن خرابیوں کا مداوا انقلابی کونسل کرے گی وہ انہی لوگوں کی پیدا کردہ ہیں۔ اول تو یہ لوگ انقلابی کونسل کی ہی مخالفت کریں گے۔ لیکن اگر ان کی مرضی کے خلاف انقلابی کونسل کا قیام ناگزیر ہو گیا تو وہ اس کو اس طرح بگاڑیں گے کہ یہ ملک اور قوم کے لئے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہو۔ اگر ڈاکٹر خاں صاحب کے ذہن میں انقلابی کونسل کا کوئی نقشہ موجود نہیں تو ان کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اس تجویز کو واپس لے لیں۔

انسداد عصمت فروشی

خمار زار مغرب کی پروردہ ایک خاتون جسے اسلام اور اسلام کے نظریات کی شاید ہوا بھی نہ لگی ہو۔ بدقسمتی سے وہ جمہوریہ اسلامیہ کی ایک کرسیٔ اقتدار پر بیٹھ کر یہ اعلان فرماتی ہیں کہ حکومت مغربی پاکستان عصمت فروشی کو خلاف قانون قرار دینے پر غور کر رہی ہے۔ حالانکہ بظاہر پاکستان کی گیارہ سالہ مدت العمر میں ہمارے برسر اقتدار عنصر نے اسلام کو طاؤس و رباب اور کھیل کود کا مذہب بنانے میں جو دوڑ دھوپ کی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ نئے نئے سینما گھروں کا اجراء رقص و سرود کے ثقافتی طائفے اور نام نہاد صنعتی نمائشیں اور گرل گائیڈ تنظیم کے مظاہرے وغیرہ بے پردگی۔ بے حیائی اور عریانی پھیلانے میں پیش پیش ہیں ان سب کا مقصد جنسی لذت کا حصول ہے۔

بردہ فروشی اغوا اور قتل وغیرہ کے اکثر واقعات اخبارات کے ذریعے منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ جن کا پس منظر عموماً جنسی بے راہروی ہی ہوتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے اس حرامکاری کے لئے طرح طرح کے ٹیکس بھی عائد ہیں اور حکومت کی سرپرستی میں یہ سب کاروبار چل رہا ہے۔

مگرمچھ کے آنسو

ہم سمجھتے ہیں... کہ بعض دل جلوں کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کی غرض سے محض اتنا اعلان کر دیا جاتا ہے کہ حکومت فلاں معاملے پر غور کر رہی ہے۔ ہم حکومت کی نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ واقعات و اخبارات شاہد ہیں کہ یہ لوگ اسلام کو سرے سے ہی ملک بدر کرنے کے درپے ہیں۔ شاید ان مفکرین نے ہومیوپیتھک طریق علاج پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علاج بالمثل کا عملی تجربہ کرنے کے لئے پاکستان کو ایک ولائتی لیبارٹری تصور کر رکھا ہے۔ انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں عصمت و عفت کا بڑا مقام ہے۔ اور یہ مقام اسلام کو نظر انداز کر کے آپ کی اعلیٰ سطح کی کونسلیں ہرگز حاصل نہیں کر سکتیں۔ آپ کی سکیمیں اور تجویزیں کتاب و سنت سے ہٹ کر محض ریت کا گھروندا ثابت ہوں گی اگر آپ کے ذہنوں میں واقعی عصمت و عفت کی کچھ قدریں کروٹیں لینے لگی ہیں تو آیئے سب سے پہلے ان تمام عوامل کے استیصال کا تہیہ کیجیئے جن کی گود میں یہ بد اخلاقی و بے حیائی کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں۔ اور جنسی آوارگی کو ختم کرنے کے لئے قرآنی تعزیرات پر عمل درآمد شروع کیجیئے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ حکیم مطلق کے بتلائے ہوئے نسخہ کے اثرات فوری اور زود اثر ہوں گے۔ اور یہ انشاء اللہ یہ تجربہ مفید نتائج حاصل ہوگا۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء

مسلمان اس سے پہلے ایک خطرناک غلطی کرچکے ہیں جسکا خمیازہ بھگت رہے ہیں

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

اور اب پھر اس غلطی کو دُہرانا شروع کر رہے ہیں ۔میرا فرض ہے۔ کہ اس غلطی پر متنبہ کر دوں ۔تاکہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ توفیق دے وہ اصلاح کر لیں اور انشاء اللہ تعالےٰ ان کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائے گی۔ اور اگر اس پیغام حق کو نہ مانیں ۔پھر بھی قیامت کے دن یہ تو نہیں کہہ سکیں گے (ما جاءنا من نذیرٍ) ترجمہ "اے ہمارے رب ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا"

وہ غلطی یہ تھی

کہ مسلمانوں نے اپنے بچوں کو گورنمنٹ برطانیہ کے قائم کردہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلائی ۔جن میں دنیا میں کام آنے والی چیزوں کی تعلیم تو دی گئی۔ مگر اسلام کے متعلق بالکل خالی الذہن رکھا گیا ۔یہاں تک کہ انہیں پرائمری سے لے کر ایم اے تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں پڑھایا گیا۔ اور انہیں ایم اے کے کورس تک کہیں یہ نہیں بتلایا گیا کہ ایمان کس عقیدہ کا نام ہے ۔اور انہیں ایم۔ اے کے کورس تک کہیں یہ نہیں بتلایا گیا کہ مذہب اسلام دوسرے مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے اور اس کی فوقیت کے فلاں فلاں وجوہ ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام کے معاملہ میں وہ بچے صفر کے درجہ پر رہے۔

اس کا نتیجہ

یہ نکلا ہوا ہے کہ اس طریقہ کے تربیت یافتہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں میں ایمان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ وہ بے ایمان ہیں۔ ایمان یہ ہے کہ انسان کے دل میں یہ عقیدہ ہو کہ اے اللہ میں تیرا اور تیرے رسولؐ کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ تفصیل تو بجائے خود رہی ۔ایمان کا یہ اجمالی نقشہ بھی ذہن میں نہیں ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان کے متعلق جو شکایت کر رہا ہوں ۔ وہ فرضی نہیں ہے۔ بلکہ مشاہدہ میں آئی ہوئی ہے۔ کیونکہ میں چالیس سال سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں لاہور میں تیرہ کالج تھے۔ ہر ایک کالج کے ماتحت ہائی سکولوں۔ مڈل سکولوں۔ پرائمری سکولوں کی خدا جانے کتنی تعداد ہوگی۔

ہر قاعدہ کلیہ میں استثنا بھی ہوتا ہے

یہ میں مانتا ہوں کہ کالجوں میں تعلیم پانے والے نوجوانوں میں سے دو قسم کے نوجوان اس گناہ سے محفوظ رہے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے تعلیم کالج میں پائی اور بجائے ہوسٹل کے تربیت دیندار ماں باپ کے ہاں پائی۔ دوسرے وہ خوش نصیب نوجوان جن کو زمانہ تعلیم کالج میں کسی عالم ربانی کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف بھی ہوتا رہا۔ ایسے لوگ نہ دین سے بیزار ہیں اور نہ بے ایمان ہیں۔

کالج میں تعلیم اور ہوسٹل میں قیام

کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے نوجوان یورپین تہذیب یورپین تمدن ۔غرضیکہ یورپ کے سانچے میں ان کی زندگی ڈھل چکی ہے۔ اسلام سے بیزار۔ حاملین اسلام یعنی علماء اسلام سے بیزار ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں جو انہوں نے صورت اختیار کر رکھی ہے ۔یعنی مونچھیں کترانا ۔ داڑھی بڑھانا ۔ اس پر مذاق ۔ انہیں کوئی خیال نہیں ہے کہ مرنے کے بعد ہماری زندگی کا ایک نیا دَور شروع ہوگا۔ اور اس دَور زندگی میں کیا کیا ضرورتیں پیش آئیں گی۔ ان ضرورتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ کس طرح اور کہاں سے مہیا ہو سکتی ہیں ان کے ذہن ما بعد از موت کے باب سے بالکل خالی ہیں ۔حالانکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اور مابعداز موت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ کالج کی تعلیم میں انہیں اس زندگی کی اطلاع ہی نہیں دی گئی تھی ۔اس لئے وہ لوگ اس زندگی کے خوشگوار بنانے کے لئے کوئی تیاری کرکے نہیں گئے ہوں گے۔ اس لئے وہاں عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

استثنا

زمانۂ کالج سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگوں میں سے جس کسی کو عالم ربانی یا کسی شیخ کامل کی صحبت نصیب ہو گئی۔ تو وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنی اصلاح کرلیں گے۔اس کے باعث ان کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

میری شکایت پر ملک الشعراء ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے ارشادات میں شہادت

نوجوانوں کی تعلیم کے متعلق

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔ صفحہ ۶۵

این غلام ابن غلام ابن غلام
حریت اندیشۂ او را حرام
مکتب از وے جذبۂ دیں در ربود
از وجودش ایں قدر دانم کہ بود
ایں زخود بیگانہ ایں مست فرنگ
نان جو می خواہد از دست فرنگ

پیام مشرق صفحہ ۱۶۹

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نخرد بادہ کس از کارگہ شیشہ گراں

بال جبریل صفحہ ۱۸۲و۱۸۳

آہ مکتب کا جوانِ گرم خوں
ساحرِ افرنگ کا صید زبوں

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود
طعمۂ ہر گربۂ دراں شود

بال جبریل صفحہ ۱۸۰

چشم بینا سے ہے جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

بال جبریل صفحہ ۶۹

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدائے لا الہ الا اللہ
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ

تعلیم جدید کے متعلق لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم کا فیصلہ

صنع و روش اطفال کی ہے قوم پر بار گراں
رسموں کا شکوہ اک طرف مذہب کا رونا اک طرف
کہتے ہیں لڑکے بھی مگر کالج سے فرصت ہے کہاں
یہ ساری باتیں اک طرف اور پاس ہونا اک طرف
پڑھے اس جا جہاں تاثیر ملت جا نہیں سکتی
بسے اس جا کہ آواز اذاں بھی آ نہیں سکتی
تمہیں کو ناز ہو اے نوجوانوں اس طریقہ پہ
میری امید تو نغمہ خوشی کا گا نہیں سکتی

دونوں واجب الاحترام بزرگوں کی شہادت کا نتیجہ

میرے خیال میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اپنے دونوں بزرگوں کی بے نظیر شہادت کی قدر کرے گا اور اس پر مہر تصدیق لگائے گا۔ اور اس امر کو بطیب خاطر تسلیم کر لے گا۔ کہ تعلیم جدید نوجوان کو مذہب و ملت سے دور ہٹا رہی ہے۔ خدا تعالے سے منقطع کرا رہی ہے۔ آخرت کے خوف کو دل سے محو کر رہی ہے۔ اسلام اور حامیان اسلام کی وقعت اور عزت دل سے نکال رہی ہے۔ خدا کے لئے جینا۔ خدا کی راہ میں مرنا جو مسلمان کا امتیازی نشان تھا۔ نوجوان مسلمان اس حیات ابدی کے راستہ سے ہٹا جاتا ہے اگر نوجوان مسلمان کے خون میں حمیت اسلامی کی حرارت نہ رہی پھر اندازہ کیجئے کہ پاکستان میں اسلام کی کیا حالت ہو گی۔

تعلیم یافتہ نوجوان میں مذکورۃ الصدر بدعنوانیاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

(سورۃ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶) ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (یعنی یہود اور نصاریٰ) اور کافروں کو اور اللہ سے ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا تھا کہ یہود اور نصاریٰ تمہارے دین کے دشمن ہیں۔ جس دین کو مسلمان اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ لہٰذا تم ان سے دوستی نہ رکھنا اور ہم نے نصرانی پر اتنا اعتماد کیا کہ حضور ہمارے بچوں کا کھلانا۔ پلانا۔ پہنانا۔ بیمار ہوں تو اپنی گرہ سے علاج کرانا یہ ہمارے ذمہ ہے اور حضور جو نصاب تعلیم تجویز فرمائیں وہ کتابیں خرید کر کے دینا یہ سب چیزیں ہمارے ذمہ ہیں اور حضور والا جو چاہیں انہیں تعلیم دیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس شخص کے سپرد کرتا ہے۔ جس کی دوستی پر پورا اعتماد ہو۔ لہٰذا اس قاعدہ کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم کا جو نقشہ ابھی اسی عنوان میں عرض کر چکا ہوں کہ جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ہمیں اطلاع دی تھی۔ کہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے انہیں کو دوست خیال کر کے اپنی اولاد کی تربیت انہیں کے سپرد کی۔ اس کا نتیجہ وہ نکلا جو اوپر اپنے دو بزرگوں کے الفاظ میں عرض کر چکا ہوں۔

پہلی غلطی کا پھر اعادہ

مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے دور میں اپنے بچوں کو انگریز کی تحویل میں تعلیم دلائی تھی۔ اس کا نتیجہ وہ نکلا ہوا ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ جو ڈاکٹر سر اقبال مرحوم نے فرمایا ہے کہ اس نوجوان میں اسلام کی بو بھی نہیں رہی۔ اور اس کے منہ سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ بھی نہیں نکلتا۔

برادران اسلام خود فیصلہ کیجئے کہ قبر میں اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اب وہ درجہ امریکنوں کو دیا جا رہا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں امریکنوں نے بہت سے سکول کھولے ہیں جس میں مسلمانوں کے بچے سینکڑوں کی تعداد میں تعلیم پا رہے ہیں۔ انگریز اور امریکہ کے باشندے در اصل ایک ہی نسل ہیں۔ لہٰذا ہمارے بچوں پر انگریز کے ہاں تعلیم پانے سے جو اثر ہوا۔ وہی اثر انگریز کے زیر سایہ تعلیم پانے پر بھی یقیناً ہوگا۔

پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نافرمانی شروع کر دی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ) ترجمہ:۔ ایک بل سے مومن دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا + برادران اسلام جب ایک مرتبہ انگریزوں سے نقصان اٹھا چکے۔ تو پھر دوسری مرتبہ اسی غلطی کو کیوں اختیار کر رہے ہو۔

نوجوانوں کو گمراہی سے بچانیکی دو تجویزیں

پہلی

انجمن حمایت اسلام لاہور سے درخواست کی جائے کہ وہ پرائمری سکول۔ مڈل سکول اتنے کھول دے کہ مسلمانوں کے بچوں کے لئے کافی ہوں۔ انشاء اللہ انجمن حمایت اسلام کے لاہور میں پانچ ہائی اسکول ہیں۔ شیرانوالہ دروازہ ہائی سکول۔ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ۔ اسلامیہ ہائی سکول وطن۔ اسلامیہ ہائی سکول ملتان روڈ۔ اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ۔ غالباً سر دست ہائی سکول تو کافی ہیں۔ البتہ دوسرے اسکولوں کے متعلق کوشش کی جائے۔ کہ انجمن حمایت اسلام مسلمانوں کی اس ضرورت کو بھی پورا کرے۔

اس کا نتیجہ

یہ ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے بچوں کو اسلام کی تعلیم مکمل نہ بھی ملی۔ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ وہ اسلام سے متنفر نہیں ہوں گے۔ اور نہ اسلام کے خلاف عیسائیت کی تعلیم ان کے ذہن نشین ہو گی۔

دوسری

تجویز یہ ہے کہ اگر آپ عیسائیوں کے سکولوں میں پڑھانا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر عیسائیت سے عقیدت اور اسلام

سے نفرت کے خیالات سے بچانے کے لیئے اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم کے دلانے کا آپ انتظام کریں۔ تاکہ اس زہر کا یہ تریاق ہوتا رہے۔

پیشکش

جو میرے بھائی میرے ہاں نماز مغرب کے وقت اپنے بچوں کو بھیج سکیں۔ ان کی خدمت میں پیشکش کرتا ہوں۔ کہ ان کے بچوں کی مذہبی تعلیم کا میں مفت انتظام کر دوں گا۔ آپ اپنے بچوں کو نماز مغرب کے وقت مسجد لائن والی دروازہ شیرانوالہ میں پہنچا دیں۔ نماز مغرب سے متصل ان کا سبق شروع کرا دیا جائے گا۔ تعلیم بفضلہٖ تعالیٰ مفت ہوگی۔ البتہ باقی بعض ضروری ضوابط بعد میں طے ہو جائیں گے۔

تنبیہہ شدید

برادران اسلام۔ اگر آپ نے میری سابقہ معروضات کو درخورِ اعتناء خیال نہ کیا اور بچوں کو عیسائیوں کے سکولوں سے نہ ہٹایا اور ان کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہ کیا تو ان میں سے اکثر بڑے ہونے کے بعد نام کے مسلمان ہوں گے اور دل میں اسلام سے متنفر۔ اور بیزار اور عیسائیت سے مانوس ہونگے۔ ان حالات میں قیامت کے دن جب یہ بچے دوزخ میں جائیں گے۔ تو

ماں باپ پر لعنت

بھیجیں گے کہ انہوں نے ہمیں غلط راستہ پر چلایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم دوزخ میں جا رہے ہیں۔

لعنت کا ثبوت

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ٥ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ٥ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ٥ (سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲)

ترجمہ:۔ جس دن ان کے منہ آگ میں الٹ دیئے جائیں گے۔ کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ اور رسول صلعم کا کہا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب انہیں دُگنا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت کر۔

اپنی عقل سے پوچھئے

کہ دوزخی جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بڑوں کی شکایت کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور۔ بڑوں سے مراد سب سے نمبر اوّل ماں باپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ اور اپنے بڑوں کے لئے جو دُگنے عذاب کی بد دُعا کر رہے ہیں اور ان پر بڑی لعنت کی سفارش کر رہے ہیں۔ ان بڑوں سے مراد سوائے ماں باپ کے اور کوئی ہو سکتا ہے؟

اس سے تو بے اولاد ہی ہوتے تو بہتر تھا

اے عیسائیوں کی گود میں بچوں کی تربیت کرانے والو۔ اور اے سکولوں اور کالجوں کی تعلیم پر اکتفا کرنے والو اور قرآن مجید اور حدیث رسول خدا کی تعلیم سے اولاد کو بے بہرہ رکھنے والو اور والیو۔ سوچ لو۔ سمجھ لو۔ کہ قیامت کے دن تمہیں اس اولاد سے کیا صلہ ملے گا۔ یہی اولاد تمہاری بدترین دشمن ہوگی۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ تم بے اولاد ہی ہوتے۔ تاکہ تمہارے پیٹ کے جنے ہوئے تمہارے بدترین دشمن تو قیامت میں نظر نہ آتے۔ اگر اب بھی تمہیں شیطان گمراہ رکھے۔ اور آئندہ پیش آنے والے ہولناک واقعات سننے کے باوجود شیطان یہ کہے کہ یہ مولویوں کی باتیں ہیں۔ اور ان کے بکواس ہیں۔ ان کی کوئی پرواہ نہ کرو اور اپنی لائن پر چلے جاؤ۔ تو پھر آپ کے لئے ایک اور درجہ پیش آنے والا ہے۔ وہ بھی سن لیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا دوزخیوں سے خطاب

الم تكن ايتي تتلى عليكم فكنتم بها تكذبون ٥ قالوا ربنا غلبت علينا شقوتنا وكنا قوما ضالين ٥ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظلمون ٥ قال اخسئوا فيها ولا تكلمون ٥ (سورہ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸)

ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بیشک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔

شعر

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم

حوالت با خدا کردیم و رفتیم

وما علينا الا البلاغ والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم۔

میری شکایت کی زبردست شہادت:۔

۷ر نومبر ١٩٥٧ء کی نماز عشاء کے بعد مجھے ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میرا بھتیجا ملتان چھاؤنی کے عیسائیوں کے ایک سکول میں پڑھتا تھا۔ جس کی عمر تقریباً سات آٹھ سال کی ہے۔ وہ کہتا تھا کہ سکول میں یسوع مسیح کا بت بنا ہوا ہے۔ سب مسلمان بچوں سے اس کو سجدہ کرایا جاتا تھا مگر میں نہیں کرتا تھا۔ بلکہ دوسرے بچوں کو بھی سجدہ کرنے سے منع کرتا تھا۔ اس پر مجھے استانیاں مارتی تھیں کہ تم خود تو سجدہ نہیں کرتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہو۔ اس لئے وہاں سے ہم نے اپنے بھتیجے کو اٹھا لیا ہے۔

فاعتبروا يا اولى الابصار

سیدھے راستے

(۱) اگر آنا چاہتے ہو تو غریبوں کی امداد کو آؤ
(۲) اگر جانا چاہتے ہو تو متبرک مقامات کی زیارت کو جاؤ۔
(۳) اگر کھانا چاہتے ہو تو غصہ اور طیش کو کھاؤ
(۴) اگر پینا چاہتے ہو تو غم اور غصہ کو پیو
(۵) اگر کرنا چاہتے ہو تو نیک کام کرو
(۶) اگر بولنا چاہتے ہو تو اچھے کلمات بولو
(۷) اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو نیکوں کی صحبت میں بیٹھو
(۸) اگر رونا چاہتے ہو تو بُرے اعمال پر روؤ
(۹) اگر دینا چاہتے ہو تو خدا کے راستے میں دو
(۱۰) اگر لینا چاہتے ہو تو بزرگوں اور والدین کی دعائیں لو
(۱۱) اگر جینا چاہتے ہو تو غازی بن کر جیو۔
(۱۲) اگر مرنا چاہتے ہو تو شہیدوں کی موت مرو
(۱۳) اگر لڑنا چاہتے ہو تو ملک اور قوم کی خاطر لڑو
(۱۴) اگر مارنا چاہتے ہو تو اپنے نفس کو مارو
(۱۵) اگر پڑھنا چاہتے ہو تو نماز اور قرآن شریف پڑھو
(۱۶) اگر بچانا چاہتے ہو تو اپنی عزت کو بچاؤ۔
(۱۷) اگر مانگنا چاہتے ہو تو صرف خدا سے مانگو۔

از طرف خالد سلیم ارشد ۲۲۵ قلعہ لچھمن سنگھ لاہور۔ نئی کالونی



مورخہ جمعرات ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۵۷ء

از شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل ٹھیک ہے

"خیارُ عباد اللہ الذین اذا رأوا ذکر اللہ" باب الغیبۃ والشتم

ترجمہ:- اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں - جنہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔

برادران اسلام - انسان کا یہ فطرتی تقاضا ہے - ہر انسان چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا خیال کریں اور میرے بُرے ہونے کا کسی کے دل میں خیال نہ آئے اسی جذبے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر مجرم بھی اپنے جرم کا انکار کرتا ہے - مثلاً چور یہی کہتا ہے کہ میں نے تو چوری نہیں کی - جھوٹا کہتا ہے میں نے تو جھوٹ نہیں بولا - ڈاکو کہتا ہے کہ میں تو ڈاکوؤں میں شامل نہیں تھا -

تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی نظریہ تھا

کہ انسان کو صحیح اور اصلی معنوں میں انسان بنا دیا جائے - تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ اچھا سمجھا جائے اور انسانوں کی نظر میں بھی اچھا ہی نظر آئے - اللہ تعالیٰ چونکہ ہر حاجت اور ضرورت سے بے نیاز ہے - اس لئے اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ انسان اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ نعمتوں کا دل سے زبان سے اعضا ظاہری سے شکر بجا لائے - اور انسان چونکہ اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے میں دوسروں کا محتاج ہے - اس لئے انسانوں کی نظر میں اچھا انسان وہ ہے جو ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں ان کی مدد کرے - اسی نظریہ کے ماتحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو خدمت خلق کی بہترین طریقہ سے ترغیب دی ہے - ارشاد ہوتا ہے -

"وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ" ترجمہ (اور اللہ اس بندے کی مدد میں رہتا ہے - جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے -)

یعنی جب تک کوئی انسان دوسرے بھائی کے کام کو سنوارتا ہے - اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو سنوارتا رہتا ہے - بھلا جس کے کاموں کو اللہ تعالیٰ سنوارنے لگے - اس کے کام کبھی بگڑ سکتے ہیں؟ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے -

"میرے مولا میری بگڑی کے بنانے والے"

انسان کے بہترین اور بلند تر ہونے کا وہ مقام

ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بصورت عنوان ذکر کیا گیا ہے - اس اعلےٰ مقام کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - تاکہ اس اعلےٰ مقام کو سمجھنے کے بعد میرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اس مقام پر پہنچنے کی سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مقام پر پہنچنے کے ذرائع کو حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس مقام پر پہنچائے آمین یا الٰہ العالمین

انسان اللہ تعالیٰ کی سات صفات کا مظہر ہے

اللہ جل شانہٗ کی سات صفتیں اس جہان میں کار فرما ہیں - وہ یہ ہیں - بصیر - کلیم - سمیع حی - قدیر - مرید - علیم - ترجمہ - دیکھنے والا - بولنے والا - سننے والا - زندہ - قدرت والا ارادے والا - جاننے والا - اور انسان ان ساتوں صفات الٰہیہ کا مظہر ہے - یعنی ان ساتوں کے اثرات انسان کے وجود میں بالکل واضح طور پر نظر آتے ہیں -

ایک دوسرے پر فوقیت

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان صفات میں بعض انسان بعض پر فوقیت کا درجہ رکھتے ہیں - مثلاً ایک انسان کی بینائی اتنی کمزور ہے کہ ایک فٹ کے فاصلے پر بھی بمشکل آدمی کو پہچانتا ہے - اور بعضوں کی بینائی ایسی تیز ہے - کہ اگر انہیں بلند مینار یا پہاڑ پر کھڑا کر دیا جائے تو انہیں ۳۰-۴۰-۵۰-۵۰ ۶۰-۷۰ میل کے فاصلے کے دریا اور پہاڑ بھی نظر آئیں گے - علیٰ ہذا القیاس -

سات صفتوں کی تقسیم

انسان کے اندر سات صفتیں تو پائی جاتی ہیں - مگر ان میں سے چار کا تعلق انسان کے ظاہری وجود سے ہے اور وہ بصیر - کلیم - سمیع - اور حی ہیں - اور تین کا تعلق باطن سے ہے - قدرۃ - ارادہ اور علم

مومن کے اندر نور فراست

موجود ہے - جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ہے "اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ" ؟ مومن کی فراست (قیافہ کہئے یا اندازہ) سے ڈرو - کیونکہ وہ اللہ کے (دیئے ہوئے) نور سے دیکھتا ہے -

نور فراست ایک عجیب چیز ہے

یہ نور اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور بخشش ہے جس کو چاہے - عطا فرمائے - اور اس نور فراست کے بھی کئی درجے ہیں - اللہ تعالیٰ چاہے تو ریاضت اور محنت کے سوا بھی جس کو جتنا چاہے عطا فرما دے - اور اگر کسی باطن کے تربیت یافتہ شیخ کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر انسان تربیت کرائے اور باطن کے امراض مہلکہ (مثلاً ریاء - کبر - حسد - عجب - شرک کفر - نفاق - اعتقادی وغیرہ) سے انسان شفا پا جائے - تو پھر اسی اسم ذات

(اللہ) کے پاک اسم کی برکت سے انسان پر ایسے ایسے عجائبات کا انکشاف ہوتا ہے کہ شاید اس نورِ فراست کے منکرین کی عقل میں بھی وہ چیزیں نہیں آ سکتیں۔ جوکہ نور فراست کے کامل کو شب و روز مشاہدہ میں آتی ہیں۔ اور اس باخدا کامل کو ان پر اتنا وثوق ہوتا ہے۔ جس طرح ایک اور ایک دو۔ یا دو اور دو چار پر یقین ہوتا ہے۔

نور فراست سے حاصل ہونیوالے عجائبات کی مثالیں

پہلی۔ یہ چیز حلال ہے یا حرام

یہ تو ہر مسلمان کو علم ہے۔ کہ بھیڑ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ حلال ہے اور کتا۔ گدھا۔ خنزیر۔ شیر اور چیتا حرام ہے۔ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ بعض چیزیں بظاہر حلال ہوتی ہیں۔ مگر حقیقت اور واقع میں حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً ہم نے تو قصاب سے بکری کا گوشت لیا۔ اگر وہ بکری قصاب نے کسی چور سے خریدی تھی۔ جو چوری کرکے لایا تھا۔ تو یہ گوشت بظاہر حلال ہے۔ مگر واقع میں وہ حرام ہے۔ نور فراست والا نہ اس گوشت کو خریدے گا۔ نہ کھائے گا۔ اور نور فراست سے محروم اس گوشت کو خرید کر کھائے گا۔

نتیجہ

گوشت یا اس قسم کے اور ہزاروں چیزوں کے استعمال کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ (ا) یہ شخص عبادت کرے گا۔ تو اس کی قبول نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا ؟ "بے شک اللہ پاک ہے اور پاک چیزیں ہی کو قبول کرتا ہے" اس مضمون کی وضاحت کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ مثلاً ایک مسلمان نے دیکھ لیا ہے کہ ایک برتن میں کتا پانی پی رہا تھا۔ گھر کا مالک اسی پیالے میں سے پانی گرا کر اس میں دودھ ڈال کر اس مسلمان کو لا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دودھ بالکل خالص ہے۔ اور جوش دے کر کاڑھا کرکے لایا ہوں۔ اور اس پر بالائی بھی آئی ہوئی ہے۔ اور میٹھا بھی ڈال کر لایا ہوں۔ باوجود ساری خوبیوں کے کیا وہ مسلمان اس دودھ کو پیئے گا؟ جس برتن میں سے پہلے کتے نے پانی پیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب حرام چیز کے کھانے سے انسان کا منہ پلید ہو جائے۔ اور جو اس منہ کے اندر لب ہے وہ پلید ہو۔ اگرچہ عبادت کرنے والا جو مبارک الفاظ پڑھ رہا ہے۔ وہ تو پاک ہیں۔ مگر زبان اور منہ پلید ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اس عبادت کو قبول نہیں فرمائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس فریب کاری۔ دھوکہ بازی یا رشوت کے ذریعہ سے کمائے ہوئے مال کے کھانے سے بھی یہی نتیجہ نکلے گا۔ (ب) اس قسم کے حرام مالوں کے کھانے کا قیامت کے دن یہ نتیجہ نکلے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)۔

ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرام (کے مال) سے پرورش یافتہ گوشت بہشت میں نہیں جائے گا۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام (کے مال) سے پیدا ہوگا۔ (دوزخ کی) آگ۔ اس (گوشت) کو (اپنے اندر) لینے کی زیادہ مستحق ہے۔

دوسری۔ میت نجات یافتہ ہے۔ یا عذاب میں مبتلا ہے

ثبوت اوّل:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کے متعلق یہ ارشاد ہے:۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ (رواہ الترمذی فی باب البکاء والخوف)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ثبوت دوئم:۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ لِّبَنِی النَّجَّارِ عَلٰی بَغْلَۃٍ لَّہٗ وَنَحْنُ مَعَہٗ اِذْ حَادَتْ بِہٖ فَکَادَتْ تُلْقِیْہِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّۃٌ اَوْ خَمْسَۃٌ فَقَالَ مَنْ یَّعْرِفُ اَصْحَابَ ہٰذِہِ الْاَقْبُرِ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰی مَاتُوْا قَالَ فِی الشِّرْکِ فَقَالَ اِنَّ ہٰذِہِ الْاُمَّۃَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِہَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ (رواہ مسلم باب اثبات عذاب القبر)۔

ترجمہ:۔ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے۔ کہا ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنی خچر پر سوار تھے۔ اور ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ ناگہاں وہ اچھلی۔ پس قریب تھی کہ آپ کو گرا دے اور وہاں چھ یا پانچ قبریں تھیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ ان قبر والوں کو کون جانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ میں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ کب مرے ہیں۔ اس نے عرض کی شرک کی حالت میں۔ یہ انسانوں کی امت اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالی جاتی ہے۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دوگے تو اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا عذاب سنائے جو میں سنتا ہوں۔ پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو لوگوں نے کہا۔ اللہ سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے فتنوں سے پناہ مانگو۔ ان میں سے جو ظاہر ہیں اور جو باطن ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ ان میں سے جو ظاہر ہیں اور جو باطن ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا ہم اللہ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

ثبوت سوم:۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَسُوِّیَ عَلَیْہِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ

سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ (رواہ احمد) **ترجمہ**:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا۔ جب سعد بن معاذؓ نے وفات پائی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی طرف گئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور اسے قبر میں رکھا گیا اور اس پر مٹی برابر کر دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر ہم بھی کافی دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے۔ پھر اللہ اکبر پڑھا۔ پھر ہم بھی اللہ اکبر پڑھتے رہے۔ پھر عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ نے سبحان اللہ۔ پھر اللہ اکبر کیوں پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نیک بندے پر اس کی قبر نے تنگی کی تھی۔ یہانتک (ہم نے پڑھا) کہ اللہ نے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا۔

نتیجہ

ثبوتوں سے اس امر کا یقین ہو گیا ہوگا کہ بعض لوگوں کو قبر میں عذاب بھی ہوتا ہے۔

مُنکر عذاب قبر کا منہ توڑ جواب

فقط وہ مومن دے سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے نور فراست عطا فرمایا ہُوا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نور وہباً عطا فرمایا ہُوا تھا۔ جس سے عذاب قبر کا مشاہدہ فرماتے تھے۔ آپ کے بعد کی اُمت میں سے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ وہبی طور پر عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی امر واقع ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرام کو تین علوم۔ صرف نحو۔ ادب کے پڑھنے کے سوا ہی قرآنمجید اور حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب خود بخود سمجھ میں آ جاتا تھا کیونکہ ان کی مادری زبان عربی ہی تھی۔ اس طرح یہ نور فراست جس سے مقبور کی حالت کا احساس ہو سکے۔ کہ اس کی قبر بہشت کا باغ ہے۔ یا دوزخ کا گڑھا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے پاک نام "اللہ" کی مدت مدید تک مشق کرنے کے بعد حاصل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح اور کامل ہادی مل جائے۔ جس کی رہنمائی سے اس پاک نام کی مشق کرنے کے مدارج طے ہو جائیں۔ الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس نور فراست کے حامل اللہ کے بندے آج تک رہے ہیں۔ اور آج بھی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک رہیں گے۔ اسی قسم کے حضرات ان باطن کے اندھوں کو مُنہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ جو نور ایمان سے خالی ہونے کے باعث اس قسم کی روحانیت سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ والوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا

پہلا واقعہ

اعلیحضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم نے لاہور باغ بیرون دہلی دروازہ جلسہ عام میں ہندوستان میں اشاعت اسلام کے اسباب پر تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قدما ہنود راہبوں ، جوگیوں اور خدا پرستوں کی تعظیم میں بہت افراط کے عادی تھے۔ انہیں ایام کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ راجپوتوں کے ایک گاؤں میں مشہور ہُوا۔ کہ آج اجمیر کا سادھو اس راستہ سے گزرے گا۔ گاؤں کے لوگ اپنی عادت قدیم کے مطابق گاؤں سے باہر راستہ پر آ کر اجمیر کے سادھو کے درشن کے لئے بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ جب وہاں پہنچے تو جتنا مجمع موجود تھا۔ جب ان کی نظر خواجہ صاحبؒ کے چہرے پر پڑی تو سب نے بے ساختہ نہایت ہی خشوع و خضوع اور تضرع و بکاء سے پکار کر کہا:-

اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له و اشهد ان محمدًا عبدهٗ و رسوله

دوسرا واقعہ

میرے مربّی حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم حاجی پور ضلع ڈیرہ غازیخاں کے رہنے والے تھے۔ اور ان کی بیعت کا اصلی تعلق میرے دوسرے مربی حضرت دین پوریؒ سے تھا۔ ایک مرتبہ وہ میرے ہاں لاہور میں مہمان تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا کہ امروٹ شریف (ضلع سکھر سندھ) میں چند آدمی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں ایک ہندو سادھو بھی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سب سے بغلگیر ہو کر ملے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چائے آئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب مہمانوں کو چاء تقسیم فرمائی۔ اپنی پیالی اُٹھا کر ایک دو گھونٹ پی کر پیالی سادھو کو پینے کے لئے دے دی۔ سادھو نے ایک دو گھونٹ پی کر فوراً کلمہ پڑھا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ جب مجلس برخاست ہو گئی۔ تو میں نے سادھو سے پوچھا۔ کیا تم نے کبھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کیا مسلمانوں کی صحبت میں رہے ہو۔ کہنے لگا نہیں۔ میں تو کوہ ہمالیہ پر عمر بھر رہا ہوں۔ دُنیا کی سیر کرنے کے لئے پہلی مرتبہ ہی پہاڑ سے اتر کر آیا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ تم نے کلمہ کیسے فوراً پڑھ دیا۔ کہنے لگا کہ جب میں یہاں آیا۔ اور اس فقیر نے مجھے گلے لگایا تھا۔ تو دل چاہتا تھا کہ کلمہ پڑھوں۔ مگر میں نے جبراً اپنے آپ کو روکا تھا۔ کہ میں تو ہندو ہوں کلمہ کیوں پڑھوں پھر اس بزرگ نے مجھے چاء کی پیالی دی۔ اور میں نے پینا شروع کی۔ تو بے ساختہ میری زبان سے کلمہ نکلا ہے۔

مضمون کی وضاحت کیلئے ایک مثال

سورج کے نکلنے کے بعد ہر شخص اپنی اپنی قوت بینائی کے مطابق اشیاء کو دیکھتا ہے۔ اگر اندھا ہے تو کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ ایک شخص کی بینائی کمزور ہے تو دو فٹ کے فاصلہ سے بمشکل انسان کو پہچان سکے گا۔ اس سے زیادہ تیز نظر والا دس فٹ کے فاصلہ سے دیکھ لے گا۔ اور بعض آدمیوں کی نظر اتنی طاقتور ہو گی کہ ایک میل کے فاصلہ سے چیز کو دیکھ لیں گے۔ جن اللہ کے بندوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اُن کے دیکھنے والوں کی استعداد کے لحاظ سے اس چیز کے کئی درجے ہیں جن اللہ کے بندوں کی تربیت کسی کامل

باقی صفحہ ۱۶ پر

ضرورت مذہب

حقیقی ترقی

از جناب مفتی جمیل احمد صاحب

ہر طبیعت میں ودیعت ہے یہ رنگ   اس میں ہر دم ہے ترقی کی اُمنگ
بچہ ناواقف جو ہر ہر شے سے ہے   سیکھ لیتا ہے وہ پھر ہر ایک شے
رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہے نظر   بڑھتے بڑھتے حد سے جاتا ہے گزر
علم میں قوت میں جاہ و مال میں   نام میں شہرت میں کل احوال میں
لیکن ابتک بھی نظر ہے مختصر   رہ گئی ہے صرف دنیا تک نظر
اس سے بھی اب اور اونچی چاہیئے   روح و دل کی بھی ترقی چاہیئے
یہ بھی ہو جائیں جو ہیں مریل جوان   جسم جیسے ہو گیا کڑیل جوان
جسم جو مرتے ہی ہو جائیگا خاک   اس کی راحت میں تو اتنا انہماک
روح جو باقی رہے گی تا دوام   اس کی راحت کا کیا کیا انتظام
عارضی راحت کی تو اتنی ہے فکر   دائمی راحت کی بھی کچھ کی ہے فکر
جسم کی راحت کو ہے اچھی غذا   یہ لباس اور یہ مکانِ پُر فضا
راحت و آرام کی اشیا بہت   جائداد اور دولتِ دنیا بہت
اور بیماری میں بھی بے حد علاج   بلکہ ہر شے جسکی ہو گی احتیاج
روح کے امراض کی کیا کی دوا   روح کو پہنچائی ہے کتنی غذا
اس کی راحت کے کئے ساماں کیا   یہ نہیں ہے جزو ہر انسان کیا
جسم کی راحت اگر محبوب ہے   اس میں بھی تو روح ہی مطلوب ہے
لذت و راحت تو ہوتی ہے اسے   وہ ہے جس جسم کہتے ہیں جسے
روح جوہر ہے بدن اس کا غلاف   جسم سیپی روح موتی عمدہ صاف
جسم چھلکا روح اس کا مغز ہے   جسم خاکی روح اک نورانی شے
ہے لفافہ جسم اور روح اس کا خط   روح مضموں اور بدن حرفِ غلط
کیوں توجہ ہی نہیں مقصود پہ   جم گئی کیوں جسم فاضل پر نظر
جسم کی ورزش سے طاقت بڑھ گئی   علم سے فہم و ذکاوت بڑھ گئی
کام کرنے سے ہوئی دولت فزوں   کوششوں سے عزت و راحت فزوں
ہر ترقی ہو گئی اجسام کی   روح کی لیکن ترقی کیا ہوئی
ہم نے بچوں کے لیے کیں راحتیں   جائدادیں باغ گھر اور دولتیں
لیکن انکی روح کی راحت کا کام   کیا کیا ہے اس کا بھی کچھ انتظام
روح کو مذہب سے ملتی ہے غذا   اس کی بیماری کی مذہب ہے دوا
روح کو ملتی ہے راحت دین سے   روح میں آتی ہے قوت دین سے
روح کی ورزش ہے یاد کردگار   بندگی و ذکر و ہر دینی شعار
ہے ترقی اسکی ہر دم دھیان دھن   شاخ کو ہے اتصالِ بیخ و بن
یہ ہے نوری دھیان اصلی نور ہے   جڑ سے مل کر شاخ پورن پود ہے
ہوں غذائیں ورزشیں دھن اور دھیان   روح بن جائے گی اک دن پہلوان

دُوسری زندگی

زندگی اتنی ہی دنیا کی نہیں،   یہ نہیں جانا نہیں ہم کو کہیں
دوسری بھی زندگی آنے کو ہے   موت اس منزل میں لے جانے کو ہے
یہ تو ہو جائے گی دو دن میں تمام   وہ نہ ہو گی ختم ہو گی تا دوام
عارضی کے واسطے یوں کاروبار   دائمی میں کیوں کیا ہے انتظار
اِس کی تکلیفیں تو معمولی سی ہیں   اُس کی تکلیفیں بہت مشکل کی ہیں
اس کی ساری عمر کی تکلیف و غم   اک منٹ کے بھی عذابوں سے ہے کم
ہلکی آفت سے تو بچنے کا خیال   کیوں عذابوں کا نہیں ہوتا خیال
اِس میں ہے آرام و راحت مختصر   اُس میں دائم بے شمار و بے خطر
اِس کی لذّت اور عزت میں کمی   اُس میں ہر شے بےحساب و دائمی
یہ تو جیسے ہو گا کٹ ہی جائیگی   مرتے ہی ہر شے لمنٹ ہی جائیگی
لیکن اُسکی عیش و کلفت لازوال   انتظام اس کا کریں یہ ہے کمال
اس لیے مذہب کا ہو سخت اہتمام   تا ہمیشہ کے لیے بن جائے کام

درسِ قرآن

ذکرِ الٰہی

مرتبہ
محمد مقبول عالم
بی۔ اے لاہور

فرمودہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا
فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ
وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(۶۲ : ۱۰) ترجمہ :۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

درجہ تفسیر

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ تیزی سے آؤ اور کام کاج چھوڑ دو۔ جب نماز ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ۔ اپنے کام کاج شروع کر دو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو اور وہاں بھی خدا کی یاد کرتے رہو۔ یہ نہیں کہ مسجد میں آ کر ہی خدا کو یاد کرنا ہے۔ بلکہ ہر وقت کام کاج کرتے ہوئے بھی خدا کو یاد رکھنا ہے اور اسے بھلانا نہیں۔ نہ کسی سے فریب کیا جائے۔ نہ دھوکا دیا جائے۔ نہ مال ناحق کھایا جائے۔ نہ بد دیانتی اور ظلم کیا جائے۔ خدا کو حاضر و ناظر سمجھا جائے۔ اور اس کی رضا پیشِ نظر رہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی۔ اسی لئے فرمایا۔ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (تاکہ تم فلاح پاؤ۔) جن کا حساب پاک ہوگا۔ انہیں محاسبہ سے کیا ڈر ہے

آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

خطرہ تو انہیں ہونا چاہیئے۔ جنھوں نے حساب میں گڑ بڑ کر رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کی دنیا بھی برباد ہوتی ہے اور آخرت بھی برباد۔

اللہ کے ذکر یعنی قرآن پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے سے حیات طیبہ حاصل ہوتی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی
وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ج

(۱۶ : ۹۷) ترجمہ :۔ (جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اُسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے)۔

اور جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑ لے اس کی گزران تنگ ہو جاتی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ
مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی

(۲۰ : ۱۲۴) ترجمہ (اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے)

حیوٰۃ طیبہ سے مراد کوٹھیاں اور موٹریں ہی نہیں۔ بلکہ دل کا چین ہے۔

ایک فقیر جھونپڑی میں رہتا تھا اور خدا یاد کرتا تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے مٹی کے پیالے میں پانی دیا وہ لطف آیا کہ بڑے سے بڑے امیر کے ہاں زردے پلاؤ کا وہ لطف نہیں آ سکتا۔ یہ ہے حیات طیبہ۔ جو اللہ کے ذکر سے مُنہ موڑتا ہے۔ اس کی زندگی چین سے نہیں گزرتی۔ اس کا مقصود دنیا ہی میں ہوتا ہے۔ آخرت کی فکر نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآنی ہدایات پر عمل نہیں کرتا۔ خدا کو بھلا دیتا ہے تو خدا بھی اُسے بھلا دیتا ہے۔ جب وہ قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تو بینا تھا۔ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا۔ اللہ تعالےٰ جواب دے گا کہ ہماری آئتیں تیرے پاس پہنچیں تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم نے بھی تجھے بھلا دیا۔

قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا
وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝ (۲۰ : ۱۲۶) ترجمہ۔

(فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آئتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔

دنیا دار کے معنی یہ نہیں کہ جس کے پاس بہت دولت ہو۔ دنیا دار وہ ہے۔ جس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بدکار کیا سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ نیکوکاروں کی طرح سلوک ہوگا۔ یہ غلط ہے

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ
اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَمَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ

(۴۵ : ۲۱) ترجمہ :۔ (کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمانداروں۔ نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے وہ بہت ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں)

نماز کے لیئے آنا اور کاروبار چھوڑ دینا بہتر ہے۔ ورنہ ذکر الٰہی سے مُنہ موڑنے سے دنیا بھی برباد ہوتی ہے۔ اور آخرت بھی برباد ہوگی۔

الاعتبار والتاویل

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دین کو دنیا پر ترجیح دینے اور اللہ کو راضی رکھنے کی توفیق دے۔ جو رزق مقدر ہو چکا ہے وہ مل کر رہے گا۔ حلال طریقے سے چاہے تو حلال سے مل جائے گا۔ حرام سے چاہے تو حرام سے مل جائے گا۔ حلال میں برکت ہوتی ہے۔ حلال تھوڑا ہو۔ تو اس سے کام زیادہ نکل آتے ہیں۔ اور دل کو چین نصیب ہوتا ہے۔ حرام زیادہ بھی ہو تو کام پورے نہیں ہوتے۔ اور دل کو بھی چین نہیں ہوتا۔ رزق تو ماں کے پیٹ میں چوتھے مہینے سے مقدر ہو جاتا ہے۔ وہ مل کر رہتا ہے۔ خواہ کسی ذریعہ سے ملے ۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

آب و دانہ اور قبر کی مٹی کسی نہ کسی بہانے سے کھینچ ہی لیتی ہے آدمی کو پتہ نہیں لگتا۔ اس لیئے دنیا کو مقصود نہ بنایا جائے۔

اللہ کی رضا کو مقصود بنایا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے۔ قرآن کو دستور العمل بنایا جائے۔ ایسا آدمی ہی دیندار ہے۔ اس کی دنیا بھی اچھی ہوتی ہے اور آخرت بھی اچھی۔

جس شخص کے پاس دنیا کے سارے سامان ہوں۔ لیکن اللہ کا نام نصیب نہ ہو تو وہ بے چین ہوگا۔ اللہ کا اعلان سچا ہے۔ چھلنی میں چھید کم ہوں گے

اور اس کے دل میں غموں کے بے حد زیادہ ہوں گے۔ ایسے غم جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پائے گا۔

دنیا کے سامانوں میں راحت نہیں یہ تو جاہلوں کو بھی مل جاتے ہیں۔ اسی لئے کسی اللہ والے نے کہا ہے سہ

رضینا قسمۃ الجبار فینا
لنا علم و للجہال مال

ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں ہمیں تو علم دے دیا اور جاہلوں کو مال دے دیا۔ ہمیں علم و عقل کی روشنی دی اور جاہلوں کو دولت دے کر اندھا کر دیا۔

یہ باتیں محبت سے ملتی ہیں۔ جو اپنی دولتوں میں مست ہیں اور اللہ کے دروازے پر نہیں آتے۔ انہیں ان باتوں کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ جیسے ہر چیز لینے کے لئے اس کی منڈی میں آتے ہیں۔ ایسے ہی ہدایت لینے کے لئے دروازہ الٰہی پر آؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

از حکیم حافظ محمد یوسف رشید چغتائی ایڈیٹر ماہنامہ الشفا کروڑ پکا ملتان

نام ونسب:۔ بلال نام ابوعبداللہ کنیت والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپ حبشی نسل کے غلام تھے۔ ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

اسلام:۔ ان کا صرف چہرہ جسم حبشی تھا۔ لیکن دل سراپا نور و جمال تھا۔ ان کو اسلام کی روشنی اس وقت حاصل ہوئی۔ جب وادیٔ بطحا کے اکثر لوگ گورے چٹے اپنے حسن اور شرافت کے غرور میں مبتلا ہو کر گمراہی کی وادی میں ٹھوکریں کھا رہے تھے سب سے پہلے سات آدمی تھے۔ جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی۔ ان میں سے ایک حضرت بلال حبشی غلام کا نام بھی آتا ہے۔ سہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آزمائش اور ثابت قدمی:۔ ادھر آپؓ نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اُدھر آپؓ پر آفات و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ آپ غلام تھے۔ اور نزلہ ہمیشہ عضو ضعیف کی تاک میں رہتا ہے۔ چنانچہ آپؓ اس کمزوری کے باعث ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے تپتی ہوئی ریت جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر آپؓ کو لٹایا گیا۔ مشرکین کے لڑکوں نے آپ کے گلوئے مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچۂ اطفال بنایا۔ لیکن ان تمام روح فرسا جان کاہ آزمائشوں کے باوجود آپ کے ہاتھ سے توحید کی حبل المتین نہ چھوٹی۔ ابوجہل آپؓ کو سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی بھاری چکی رکھ دیتا اور جب سورج کی تیزی بیقراری پیدا کر دیتی تو کہتا۔ اب بھی محمدؐ کے خدا سے باز آ۔ لیکن آپ کی زبان مبارک سے اس وقت بھی یہی نکلتا احد احد یہ اس لئے کہ توحید کا نشہ رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔

ستم گر مشرکوں میں اُمیہ بن خلف سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ اس کی جدت طراز طبیعت نے ظلم و ستم اور جور و جفا کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے تھے۔ وہ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتا۔ کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا۔ کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی دھوپ میں بٹھاتا اور کہتا تمہارا خدا لات و عزّیٰ ہے۔ لیکن دلدادۂ توحید بلالؓ کی زبان سے احد احد کے کلمے کے سوا کوئی کلمہ نہ نکلتا۔ مشرکین کہتے کہ تم ہمارے الفاظ کی نقل کرو۔ یعنی لات و عزّیٰ کی خدائی کا اقرار کرو۔ تو فرماتے۔ میری زبان ان کلمات کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتی۔

برادران اسلام غور فرمایئے ایک عاجز غلام کا مسلسل مظالم کو برداشت کئے جانا۔ میدان جنگ میں دشمن کو للکارتے ہوئے جانے اور کاٹ دینے یا کٹ مرنے سے کتنا مشکل ہے۔ بیشک وہ بھی شجاعت و مردانگی ہے۔ لیکن یہ استقامت فوق الکرامت تو خاص قسم کی روحانی عظمت و قوت کا ثبوت ہے۔

آخر ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز حسب معمول حضرت بلالؓ پر وادی بطحا میں ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گزرے۔ یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر آپ کا دل بھر آیا۔ اتنے متاثر ہوئے کہ ایک گراں قدر رقم بطور معاوضہ دے کر آزاد کرا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔ ابوبکرؓ تم مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ میں آزاد کر چکا ہوں۔

ہجرت:۔ اس کے بعد دوسرا معرکہ ہجرت کا پیش آیا۔ حضرت بلالؓ اس میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ اور حضرت سعد بن خثیمہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی سے رشتۂ مواخات

و بھائی چارہ) قائم ہوا۔ ان دونوں میں شدید محبت پیدا ہو گئی۔ عہد فاروقیؓ میں حضرت بلالؓ نے ایک مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ بلالؓ تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا۔ عرض کیا ابورویحہؓ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلقات پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتے

برادران اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بلالؓ اور ابورویحہؓ ہی میں برادرانہ تعلق پیدا نہیں کیا تھا۔ آپؐ نے تو تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ نہ صرف آپؐ نے بلکہ خود اللہ تعالےٰ نے سارے مسلمانوں کو اخوان کا لقب عطا فرمایا تھا۔

فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ (سورہ آل عمران ع ۱۱ پ ۴)

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ تم خدا تعالےٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے)

بلالؓ اور ابورویحہؓ اور اس وقت کے مسلمانوں نے اس ارشاد خداوندی اور فرمودہ نبویؐ کو نباہ کر دکھا دیا۔ اور جلدی ہی اس دنیا میں بھی اس عمل کے بہترین ثمرات حاصل کئے۔ اور آخرت کے بلند درجات پر بھی سرافراز ہوئے اور بعد کے مسلمانوں نے اس کا لحاظ نہ رکھا۔ بھائی بھائی بننے کے بجائے ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ جس کا ہولناک انجام ہمیشہ سامنے آتا رہا۔ سچ ہے ؎

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

عمل کا تو بدلا مل کر ہی رہتا ہے۔ گندم بو کر جو اور جو بو کر گندم پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح دشمنی نفاق اور فرقہ بندی کا بیج بو کر اخوت و محبت عزت و دولت اور فلاح و نجات حاصل نہیں کئے جا سکتے۔

خدمتِ اذان

حضرت بلالؓ کا شرف خاص یہ ہے کہ آپ اسلام کے پہلے مؤذن ہیں۔ آپ اس مسجد کے پہلے مؤذن ہیں جس میں امام اوّل اللہ تعالےٰ کے آخری رسولؐ تھے۔ آپ کی آواز نہایت دلکش اور بلند تھی جو توحید کے متوالوں کو بے چین کر دیتی تھی۔ مرد اپنا کاروبار۔ عورتیں شبستان حرم اور بچے کھیل کود چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ آپ کے گرد جمع ہو جاتے جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع بہت کافی ہو جاتا تو نہایت ادب سے آستانہ نبوت پر کھڑے ہو کر کہتے حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح حی علی الفلاح (یعنی اے خدا کے رسولؐ نماز تیار ہے غرض حضورؐ تشریف لاتے اور بلالؓ کی دلکش تکبیر اقامت کے نعروں سے بندگان توحید بارگاہ ذوالجلال میں سجدہ ریز ہونے کے لئے صف بستہ کھڑے ہو جاتے۔

غزوات

آج ہمارا موذن صرف مؤذن ہے۔ بے سوچے سمجھے اذان کہہ دینے کے سوا وہ کچھ نہیں جانتا۔ اذان نہ اس کے دل سے نکلتی ہے۔ نہ سننے والوں کے دل پر پڑتی ہے ع

رہ گئی رسم اذاں رُوح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

لیکن اسلام نے جس موذن کا نمونہ امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ بہترین موذن ہونے کے ساتھ ہی میدان جنگ کا شہسوار بھی ہے۔ آج کے زمانہ میں اذان و جہاد کا اجتماع کسی ایک ہستی میں عجائبات میں سے سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ واقع ہے۔ کہ حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات میں برابر شریک رہے۔ غزوہ بدر میں ان کی تیغ بے نیام نے اسلام کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ وہ شخص تھا جو کسی زمانہ میں حضرت بلالؓ کی ایذا رسانی میں سب سے پیش پیش تھا۔ قضا و قدر نے انہی کے ہاتھوں سے اس کو اجل کا پیالہ پلایا۔ فتح مکہ میں بھی حضرت بلالؓ حضورؐ کے ہمرکاب تھے۔ جب حضورؐ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کو ان کی معیت کا فخر حاصل تھا حضورؐ نے حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پر عظمت صدائے تکبیر بلند کرو۔ خدا کی شان وہ حرم محترم جس کو انبیاءؑ کے باپ حضرت خلیلؑ نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنایا تھا۔ مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمہ توحید سے گونجا۔ آپ کے ذوق جہاد اور جذبہ جانفروشی کا یہ عالم تھا کہ حضورؐ کی وفات کے بعد اپنے ولی نعمت اور محسن حضرت صدیقؓ سے عرض کی کہ یا خلیفۃ رسول اللہؐ آپ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے یا اپنی مصاحبت کے لئے۔ فرمایا۔ خدا کے لئے۔ بولے میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ پیام موت تک اسی عمل خیر کو لازمۂ حیات بنا لوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں تمہیں خدا اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم مجھے پیری میں داغ مفارقت نہ دو۔ اس فرمان نے حضرت بلالؓ کو عہد صدیقی میں غزوات میں شرکت سے باز رکھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ تو جوش جہاد کی دبی ہوئی چنگاری سینۂ بلالؓ میں پھر بھڑک اٹھی۔ فاروق اعظمؓ سے شرکت کی اجازت چاہی تو انہوں نے خلیفہ اول کی طرح ان کو روکنا چاہا۔ لیکن آپ کا پیمانۂ ضبط لبریز ہو چکا تھا۔ بے حد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی۔ اور شام کی مہم میں شریک ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ میں شام کا سفر کیا تو دوسرے فوجی افسروں کے ساتھ ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابیہ میں ان کو خوش آمدید کہا۔ اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمرکاب تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے گو میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت حبیب خداؐ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا۔ تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا۔

یہ کہہ کر آپؓ نے کچھ ایسے پُر سوز لحن میں توحید کا پُر جلال نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بے تاب ہو گیا۔ حضرت خلیفہ دوم تو اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ ابن جبلؓ بھی بے اختیار رو رہے تھے۔ غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھنچ گیا۔ اور تمام سامعین نے ایک خاص قسم کی کیفیت محسوس کی

یہاں یہ نہ بھولیئے گا کہ یہ مسلمانوں کا میدان جنگ ہے۔ جہاں پہنچ کر آج کی تہذیب یافتہ قومیں معمولی اخلاق تک کو خیرباد کہہ دیتی ہیں اور ہر برائی و بے حیائی کو اپنے اوپر لازم کر لیتی ہیں۔ لیکن مسلمان کا خدا ہر جگہ اس کے

ساتھ رہتا ہے۔ اس کی زندگی اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت بلالؓ عرصہ تک شام میں رہے اسی اثنا میں ایک رات خواب میں حضورؐ کو دیکھا۔ آپؐ فرما رہے ہیں۔ بلالؓ یہ خشک زندگی کب تک۔ کیا تمہارے لیئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو۔ اس خواب سے عشق کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے۔ اسی وقت مدینہ کی راہ لی۔ روضہ اقدس پر پہنچ کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا حسینؓ کو سینہ سے لگا کر پیار کیا۔ ان دونوں نے خواہش کی کہ آج صبح کی اذان دیجئے۔ ان کی فرمائش ٹالنے کی ہمت نہ پڑی۔ صبح کو مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تو تمام مدینہ گونج اٹھا۔ اس کے بعد نعرۂ توحید سے اور زیادہ عظمتیں چھا گیئں۔ لیکن جب اشھد ان محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو عشاق رسول کے رخسارے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ مدینہ میں ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

وفات :-

سنہ ۲۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر کے لگ بھگ اس عالم ارضی میں گزارنے کے بعد عاشق رسول نے اپنا آخری سفر اختیار کیا۔ اور پیکر عنصری دمشق میں باب الصغیر کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

مکافاتِ عمل

از محمد احتشام الحسن بستی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ نحمدہٗ ونستغفرہٗ ونتوب الیہ ونصلی علی شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین والہ واصحابہ واتباعہم اجمعین ٥

دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ قانون قدرت کے موافق ہو رہا ہے۔ ایک غیبی زبردست قوت ہے۔ جس کے قبضہ و قدرت میں ہر شئے ہے وہ جو چاہے کرتا ہے اور جس طرح چاہے کرتا ہے

وَ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۔

(اور کرتا ہے اللہ جو چاہے) -

وہی رزق میں کشائش دیتا ہے۔ وہی رزق میں تنگی پیدا کرتا ہے۔ وہی صحت و تندرستی دیتا ہے۔ وہی بیماری دیتا ہے۔ غرض فراخی و تنگی۔ تندرستی و بیماری سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کسی دوسرے کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ اور بالکل صحیح عقیدہ ہے۔ اس میں ذرا شک و شبہ نہیں۔ اس عقیدہ کا مقتضی یہ ہے کہ جب بھی کوئی مصیبت اور بلا نازل ہو تو بلا نازل کرنے والے کی طرف نگاہ جائے۔ ظاہری الجھنوں میں گرفتار نہ ہو کہ یہ ظاہر پرستی مسلمان کا شیوہ نہیں۔

جو حوادث اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ ان کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری۔ دوسرا باطنی۔ ظاہری اسباب مشاہد ہو جاتے ہیں اور دنیا ان کے تدارک کی تدابیر میں مشغول ہو جاتی ہے۔ باطنی اسباب نگاہوں سے اوجھل اور ظاہر بین عقل کی رسائی سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس لیئے اکثر و بیشتر ان سے غفلت و بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ دونوں اسباب پر نظر کی جاتی اور دونوں کے تدارک کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ جب ظاہری اسباب باطنی اسباب کے ساتھ پورے طور پر مربوط اور جکڑے ہوئے ہیں تو لا محالہ دونوں ہی کا ازالہ مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ صرف ظاہر کو لینا اور باطن کو بالکل نظر انداز کر دینا یقیناً دانائی کے خلاف ہے۔ اس لیئے لازمی اور ضروری ہے۔ کہ ان مصائب اور بلاؤں کے اسباب باطنی کو بھی جو حقیقی منشاء فساد ہیں۔ تحقیق کیا جائے۔ اور پھر اس حقیقی منشاء فساد کے ازالہ کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس کے لیئے لا محالہ کلام ربانی اور احادیث نبوی کی طرف رجوع کرنا ہوگا پھر اس مرکز رشد و ہدایت سے جو بھی نسخہ علاج تجویز ہوگا۔ بلا شک سود مند ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ۔ ترجمہ :- (اور جو کچھ پہنچتی ہے تم کو مصیبت۔ پس بسبب اس کے کہ کمایا تمہارے ہاتھوں نے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

ظَہَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَہُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ (سورہ روم)

ترجمہ :- ظاہر ہوا فساد خشکی اور دریا میں بسبب اس کے کہ کمایا لوگوں کے ہاتھوں نے تاکہ چکھاوے ان کو مزہ بعض ان کے عملوں کا شائد وہ رجوع کریں

پہلی آیت سے یہ بات مفہوم ہوئی کہ مصیبت اور بلا کا نزول انسان کے اپنے ہاتھوں کی پیداوار ہے۔ جن بدترین اعمال کو اس نے اختیار کیا ہے اس کا بدترین ثمرہ اس کے آگے ہے۔

دوسری آیت میں اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ خشکی اور دریا میں ہر فساد اور خرابی کا ظہور لوگوں کے برے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کی بد کرداریوں کا بدترین ذائقہ ہوتا ہے اور یہ ذائقہ ان کو اس لیئے چکھایا جاتا ہے تاکہ اپنی بد اعمالیوں سے باز آئیں۔ اور اچھے اعمال کو اختیار کریں تو گویا بد اعمالیوں سے رکنا اور اچھے اعمال کو

اختیار کرنا اس بد ذاتی کو دُور کرنے اور اس بلاد مصیبت سے خلاصی کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ وعدہ خداوندی ہے۔

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ (سورۂ طلاق)

(اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے گا۔ اس کے لئے راہ خلاصی کی اور رزق دے گا اس کو اس جگہ سے کہ نہیں گمان کرتا اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر بس وُہ کافی ہے اس کو)

پس معلوم ہوا کہ مصائب اور مشکلات کے آنے کا باطنی سبب انسان کا بداعمالیوں اور گناہوں میں مبتلا ہونا ہے۔ چنانچہ گزشتہ جن قوموں نے بر ملا گناہ کئے۔ ان پر عذاب الٰہی مختلف صورتوں میں نازل ہوا۔ قوم لوط علیہ السلام پر پتھر برسائے گئے قوم نوح علیہ السلام کو غرق کیا گیا۔ قوم فرعون کو غرق کیا گیا۔ قارون کو زمین میں دھنسایا گیا۔ قوم بنی اسرائیل کو مغلوب و مقہور کیا گیا۔ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا۔ یہ سب گناہوں کی پاداش تھی جن کے تفصیلی واقعات قرآن کریم میں جگہ جگہ عبرت کے لئے درج کئے گئے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا (سورۂ طلاق)

(اور بہت بستیاں کہ سرکشی کی انہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے پس حساب لیا ہم نے اُن سے حساب سخت اور عذاب دیا اُن کو عذاب اَن دیکھا۔ پس چکھا انہوں نے وبال اپنے کام کا اور تھا انجام ان کے کام کا خسارہ)

یہ امم سابقہ کے واقعات ہیں جو عبرت و نصیحت پکڑنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ کوئی ان کی خصوصیات نہ تھیں بلکہ ان کی بدکرداری کی پاداش تھی۔ اگر آج بھی اپنی بدکرداری اور بد اعمالی کا دور ہو تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علمائھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم وآکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئًا فقال کلا واللہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتاخذن علیٰ یدی الظالم ولتاطرنّہ علی الحق اطرًا ولتقصرنّہ علی الحق او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علیٰ بعضٍ ثم لیلعننکم کما لعنھم (مشکوٰۃ بحدیث ابی داؤد ص ۴۳۸)

(حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پڑ گئے بنو اسرائیل گناہوں میں، منع کیا ان کو ان کے علماء نے۔ پس نہ باز آئے پھر ہمنشیں رہے ان کے علماء ان کی مجالس میں اور ساتھ کھلایا پلایا۔ پس خلط کر دیا اللہ نے بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ پھر لعنت کی ان پر زبانی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ کہا ابن مسعود نے پس بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تھے پہلے سے تکیہ لگائے ہوئے۔ پھر فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم اللہ کی تم ضرور بھلائی کا حکم کرو۔ اور برائی سے منع کرو اور پکڑو ظالم کے ہاتھوں کو اور مجبور کرو اس کو حق پر پورا جبر اور روکو اس کو حق پر پورا روکنا۔ ورنہ ضرور خلط کر دے گا اللہ تمہارے بعض کے قلوب بعض پر پھر ضرور لعنت کرے گا تم پر جیسا کہ ان پر لعنت کی۔ (مشکوٰۃ بروایت ابی داؤد ص ۴۳۸)

اس ارشاد نبوی سے چند باتوں پر تنبیہ ہوئی۔ بنو اسرائیل کے ادبار ذلت و اہانت کا باعث یہ ہوا کہ عوام میں معاصی کا زور ہوا۔ ان کے علماء نے ان کو روکا وہ باز نہ آئے تو انہوں نے پہلی کی طرح ان کے ساتھ تعلقات کو قائم رکھا۔ جس پر غیرت خداوندی جوش میں آئی اور سب پر غضب اور لعنت نازل ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خطرہ اپنی امت کے لئے ہوا۔ اس لئے بتاکید فرمایا کہ بھلائی کو پھیلانے اور برائی کو روکنے میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کی جائے اور جس طرح بھی ممکن ہو۔ دوسرے کو حق کے ماننے پر مجبور کر دیا جائے۔ تاکہ معاصی میں مبتلا ہونے والوں کے ساتھ تعلقات قائم رہنے کی نوبت نہ آنے پائے۔

اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہو گیا۔ کہ بھلائیاں اُٹھ گئیں اور بُرائیوں کا رواج ہو گیا اور ان نافرمانوں کے ساتھ تعلقات بدستور قائم رہے تو پھر اسی لعنت کا اندیشہ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی۔

یہ لعنت اسی دنیاوی عذاب شدائد اور مصائب کی صورت میں نازل ہوگی۔ جیسا کہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہٖ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابًا من عندہٖ ثم لتدعنّہ ولا یستجاب لکم (رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶)

(حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم بھلائی کا حکم کرو۔ اور برائی سے منع کرو۔ ورنہ قریب ہے کہ بھیجدے اللہ تم پر عذاب۔ پھر تم اس سے دُعا مانگو اور نہ قبول کی جائے تمہارے لئے۔

عن جریر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم فی المعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا (مشکوٰۃ ص ۴۳۷)

(حضرت جریر سے مروی ہے۔ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں ہے کوئی شخص ایسی قوم میں کہ کرتا ہو ان میں کوئی گناہوں کو۔ قادر ہوں وہ اس کے بدلنے پر اور نہ بدلیں۔ مگر پہنچائے گا اللہ ان کو اپنی طرف سے عذاب مرنے سے پہلے۔

ان چند آیات اور حدیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ ان عام بلاؤں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا باطنی سبب اور حقیقی منشا فساد بد اعمالیوں اور بدکرداریوں کا رواج اور روز افزوں ترقی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہرچہ بر تو آید از ظلمات غم
آں ز بیباکی و گستاخی است ہم

اور ان بلاؤں اور مصیبتوں سے گلوخلاصی کے باطنی اور حقیقی تدبیر جو یقیناً کار آمد اور سودمند ہو سکتی ہے یہی ہے۔ کہ اس سیلاب بلا کو روکا جائے۔ جس کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ سب مل جل کر تعاون اور توافق کے ساتھ برائیوں کو روکیں اور بھلائیوں کو دُنیا میں پھیلائیں اور توبہ و استغفار میں مشغول ہوں ؎

غم چو بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آمد کارکن

باقی پھر

اذان اور اذان کا جواب دینے کی فضیلت

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے۔

قرآن و حدیث کا احترام۔

ہم نے پہلے بھی ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ ہفت روزہ "خدام الدین" اور دیگر مذہبی رسائل جن میں قرآن کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یا ان کے تراجم درج ہوں ان کی ردّی میں خرید و فروخت کر کے عذاب الہی کو دعوت نہ دیجئے۔ لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اس اپیل کا مسلمانوں پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوا۔ کہ ہفت روزہ "خدام الدین" بدستور ردّی میں فروخت ہو رہا ہے۔ غالباً دوسرے مذہبی رسائل بھی اسی طرح فروخت ہو رہے ہوں گے۔ ایک دوست نے جب ایک دوکاندار کی توجہ اس مکروہ فعل کی طرف مبذول کرائی تو وہ اسلام اور توجہ دلانے والے پر برسنے لگا۔ اور اس نے اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی بجائے علی الاعلان تارا سنگھ کہنے میں فخر محسوس کیا۔

ہم حیران ہیں کہ ایسے نام نہاد مسلمانوں کی غیرت ملّی کا کن الفاظ میں ماتم کریں۔ ان سے تو تارا سنگھ بدرجہا اچھا ہے جو اپنی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کی کماحقہٗ تعظیم کرتا ہے۔ وہ اس کے اوراق کی ردّی میں خرید و فروخت تو کجا۔ اس پر ایک مکھی کا بیٹھنا بھی برداشت نہیں کرتا۔ ہم ایک بار پھر مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ خدا را چند ٹکوں کے عوض اپنی غیرت ایمانی کو خیرباد نہ کہیئے۔ ہماری درخواست تو یہ ہے کہ آپ "خدام الدین" کی جلدیں بندھوا کر رکھیں۔ آپ کی آئندہ نسلوں کے لئے یہ ایک سرمایہ سعادت ثابت ہوگا۔ لیکن اگر آپ کسی وجہ سے اس کی جلد بندھوا کر اسے نہیں رکھنا چاہتے تو کسی غریب طالب علم کو دے دیجئے۔ وہ اس کو پڑھ کر مستفیض ہوگا۔ تو آپ کو ثواب ہوگا۔ اور یہ ان چند ٹکوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ جو آپ اس کو ردّی میں بیچ کر حاصل کریں گے

اذان دینے کی فضیلت

معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔

اذان دینے سے شیطان بھاگتا ہے۔

ابوہریرہؓ نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے۔ تو پُشت دے کر بھاگتا ہے شیطان اور ہوتی ہے اس کے واسطے آواز گوز کی (یعنی گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے) تاکہ اذان کی آواز اس کے کان میں نہ پہنچے۔ پس جب ختم ہو جاتی ہے اذان تو واپس آ جاتا ہے۔ تاکہ خطرہ ڈالے انسان کے دل میں اور یاد دلائے اس کو وہ چیزیں جو اس کو یاد نہ تھیں۔ یہاں تک کہ بھول جاتا ہے آدمی کہ کتنی رکعت نماز پڑھی (بخاری و مسلم)

اذان دینے کی فضیلت

ابی سعید خدریؓ نے کہا فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں سنتے جن اور انسان اور نہ کوئی دوسری شئے مؤذن کی انتہائی آواز کو۔ مگر یہ کہ شہادت دیں گی۔ وہ قیامت کے دن ان کی (بخاری)

اذان کا جواب اور دُعا و درُود

عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبکہ سنو تم مؤذن کے الفاظ کو۔ پس کہو وہی الفاظ جو وہ کہتا ہے۔ پھر درود پڑھو مجھ پر (یعنی اذان کے بعد) پس جو شخص کہ درود پڑھے مجھ پر ایک بار رحمت بھیجتا ہے اس پر اللہ اس کے سبب دس بار۔ پھر طلب کرو اللہ سے میرے لئے وسیلہ۔ کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے اور نہیں لائق ہے وہ جگہ مگر خدا کے بندوں میں سے ایک بندے کے لئے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ شخص میں ہوں۔ پس جو شخص کہ میرے لئے وسیلہ کا خدا سے سوال کرے اس پر میری شفاعت حلال ہے۔ (مسلم)

اذان کا جواب

عمرؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب موذن اللہ اکبر کہے تو تم میں سے ہر ایک کہے اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پھر جب موذن کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ تو کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ پھر جب کہے۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ تو کہے اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر جب کہے حی علی الصلوٰۃ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر جب کہے حی علی الفلاح کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر جب کہے اللہ اکبر اللہ اکبر۔ کہے اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پھر جب کہے لا الہ الا اللہ کہے لا الہ الا اللہ صدق دل سے تو داخل ہوگا جنت میں۔

(مسلم)

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۹ سے آگے۔

کی صُحبت میں ہو چکی ہو گی۔ ان کے تو اللہ تعالےٰ کے ان مقبول بندوں پر نظر پڑنے ہی سے لطائف جاری ہو جاتے ہیں۔ اور جو تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ مگر اعمال صالحہ کی برکت سے ان میں صلاحیت پائی جاتی ہے۔ انہیں ان اللہ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے سے ہی طبیعت میں رجوع الی اللہ ہوگا۔ یعنی دل چاہے گا۔ کہ ہم بھی اللہ اللہ کیا کریں۔ اور نیکیاں کریں۔ نماز پڑھیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کریں۔ غرضیکہ اس قسم کے پاکیزہ خیال دل میں آئیں گے جب ان کی صحبت سے دور ہو جائیں گے تو یہ خیالات رفع ہو جائیں گے۔ پھر اور اور قسم کے خیالات آنا شروع ہو جائیں گے۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ پہلے پاکیزہ خیالات کا آنا ان کی صحبت کا اثر تھا۔

وما علینا الا البلاغ

رزاق حقیقی

از جناب میاں عبدالرحمن صاحب لدھیانوی

برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں۔ ان سے پانی برستا ہے۔ جو نہروں چشموں کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ خدا چاہتا تو اُسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا لیکن اس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہ مہینے کے لئے زمین کے مسام میں جمع کر دیا۔ نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے نہ نیچے چشمے اور کنوئیں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے۔ نہ تم روک سکتے ہو۔ نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو۔ اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کر دے۔ یا زیادہ نیچے اُتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے قابو حاصل کر سکتے ہو۔

وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا پ ۲۴ - رکوع ۷ - ترجمہ "اور اتارتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی۔"

اللہ کی عظمت اور وحدانیت کی نشانیاں ہر چیز میں ظاہر ہیں۔ ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو آدمی سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے۔ تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے۔ لیکن جب ادھر رجوع ہی نہ ہو اور غور و فکر سے کام ہی نہ لے۔ تو کیا خاک سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔

(آسمان کی طرف سے بارش اور حرارت شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد اس کے ساتھ ملتے ہیں۔ تب انسان کی روزی مہیا ہوتی ہے)

حق تعالےٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبین دُنیا کو دنیا اور تمام طالبین آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے۔ اس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا طالب دنیا یا اور طالب آخرت کو دنیوی امداد سے حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے۔ محض کفر و عصیاں کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند نہیں کر دیئے جاتے۔

(۸) وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ پ ۲۱ - ع ۲ -

(ترجمہ) اور کتنے جانور ہیں۔ جو اپنی روزی اُٹھا نہیں سکتے۔ اللہ اُن کو اور تم کو بھی روزی دیتا ہے۔ اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی۔ کہ اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کی خوراک نہیں ہوتی۔ نیا دن اور نئی روزی۔ پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے۔ کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا۔ خوب سمجھ لو رزّاق حقیقی وہی ہے۔ جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اس کے سامنے ہے۔ کسی کی محنت وہاں رائیگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں۔ انہیں ضائع نہیں کرے گا۔ سامان معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی کمر پر لادے نہیں پھرتے۔ پھر بھی رازق حقیقی ان کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔ رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اسی نے پیدا کئے۔ سب جانتے ہیں۔ پھر اس پہ بھروسہ نہیں کرتے کہ وہی پہنچا بھی دیگا مگر جتنا وہ چاہے۔ نہ جتنا تم چاہو۔ ناپ کر دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ بالکل نہ دے یہ خبر اُسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہیئے۔ مینہ بھی ہر کسی پہ برابر نہیں برستا اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا دیر میں مفلس سے دولتمند کر دے۔ آدمی کو چاہیئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔ سورہ شعراء رکوع ۵۔ پارہ ۱۹ میں حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ خدا ہی میرا معبود دوست اور مددگار ہے۔ وہی فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور اعلےٰ درجہ کے فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے کھلانا۔ پلانا۔ مارنا۔ جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کسی معاملہ میں بھول چوک یا اپنے درجہ کے موافق خطا و تقصیر ہو جائے۔ تو اُسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔

(۹) وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ پ ۲۸ ع ۱۲

ترجمہ۔ اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا

ایک مرتبہ جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے۔ اسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے غلہ لے کر آ پہنچا اس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نقارہ بجتا تھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرائیں۔ خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے۔ جس میں سے ضرورت کے لئے اُٹھ سکتے ہیں۔ نماز پھر آ کر پڑھ لیں گے۔ بہر حال خطبہ کا حکم معلوم نہ تھا اکثر لوگ چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲ آدمی جن میں خلفائے راشدین بھی تھے۔ باقی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشہ کیا چیز ہے۔ وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر کی صحبت اور مجالس اور ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا۔ جس کی بنا پر تم اُٹھ کر چلے گئے۔ سو یاد رکھو روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہترین روزی دینے والا ہے۔ اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔

(۱۰) اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ پ ۳۰ ع ۱۲

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے۔ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا۔ اور جس نے ٹھیرا دیا۔ پھر راہ بتلائی۔ اور جس نے نکالا چارا۔ پھر کر ڈالا اس کو کوڑا سیاہ۔

اللہ نے جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور باعتبار

خواص و صفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں۔ اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا۔ جس سے وہ منافع و فوائد اس پر مرتب ہو سکیں اول تقدیر لکھی۔ پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا۔ گویا دنیا میں آنے کی راہ بتا دی۔ (شاہ عبدالقادرؒ)

اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کو سیاہ و خشک کر ڈالا۔ تاکہ خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے۔ اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔

انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا۔ اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اس کو بجا نہیں لایا۔ انسان کی زندگی اور بقا کے سامان یاد دلائے ہیں۔ ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا۔ یہ قدرت کا ہاتھ ہے۔ جو زمین پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے غلے پھل اور سبزیاں ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔ جن میں بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں۔ اور بعض تمہارے جانوروں کے۔

حدیث:۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ پیدائش اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رہتا ہے۔ اس کے بعد چالیس دن تک خون بستہ رہتا ہے پھر چالیس دن تک لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ روانہ فرماتا ہے۔ اس کو چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے (۱) اس کا عمل۔ (۲) اس کا رزق (۳) اس کی عمر (۴) بدبخت یا نیک بخت ہونا۔

روزی کی کمی اور بیشی میں حکمت

فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں فقر و غنا کے مختلف احوال بھیجنا اسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے۔ تمہارا کام حیلہ روزی سے امتثال حکم کرنا ہے۔ اللہ ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے۔ اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی درستیٔ حال فقیر رہنے میں ہے اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اس کے برعکس بعض وہ بندے ہیں جن کو غنی بنایا۔ اگر فقیر بنا دیا جاتا تو دین پر قائم نہ رہ سکتے۔ اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غنا ظاہری محض امہال و استدراج کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے۔

بعض کافر اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔ عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے اسی لئے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے۔ تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ پ ۸ ع ۶ (ہم رزق دیتے ہیں تم کو بھی اور ان کو بھی)۔ یہ بے رحمی کی حرکت نسل انسانی کے قطع کرنے کا موجب ہے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو حق تعالےٰ کی رزاقی پر اعتماد نہیں۔

قارون حضرت موسےٰؑ کا چچا زاد بھائی تھا۔ فرعون کی پیشی میں رہتا تھا قارون نے اس وقت موقعہ پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیاوی اقتدار حاصل کیا۔ اس کے پاس اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اٹھا سکتی۔ یا مال کے صندوق اتنے تھے۔ جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اس کی قوم نے اس کو کہا کہ تو شیخی نہ مار۔ یہ دولت فانی ہے۔ اس کی وقعت اللہ کے ہاں پشہ کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس سے تجھ کو چاہیئے کہ آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر غرور و تکبر کی چال چلنے لگے۔ حضرت موسےٰؑ سے ضد نہ کر۔ خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ قارون کہنے لگا کہ میں ہنرمند تھا۔ کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ نے میری لیاقت و قابلیت کو دیکھ کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسےٰؑ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔

مگر اس نے یہ نہ جانا کہ دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے منعم حقیقی کو بھول کر اس کی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرہ کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اس نے اپنی نجات کا ضامن تصور کر رکھا ہے۔ اسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی شرارت و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں اور اس ملعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ ان کا انجام سن کر اسے عبرت نہ ہوئی۔ قارون کو معہ اس کے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون کا حشر لوگوں کو دکھا دیا۔ جو اس کا مال و شکوہ دیکھ کر تمنا کرتے تھے

بہر حال مومن کا مقصد اصلی آخرۃ ہے۔ دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے۔ وہی مبارک ہے۔ ورنہ ہیچ۔

کسی شخص کی دنیاوی ترقی دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جس پر مناسب جانے روزی کے دروازے کھول دے۔ جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

اظہار تشکر

میرے والد بزرگوار مولوی حکیم ابوسعید صاحب کی وفات پر جن دوستوں اور مریضوں نے ہمدردی اور تعزیت کے پیغامات بھیجے ہیں۔ اور اب بھی بھیج رہے ہیں۔ میں ان جملہ احباب کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ مریضوں کے خطوط کے مجھے خود ہی جوابات تحریر کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے فرداً فرداً جواب تحریر کرنا مشکل ہے۔

لقمان حکیم حافظ محمد طیب ۱۹ انجمن روڈ لاہور

بچّوں کا صفحہ

وفائے عہد

ازجناب محمد شریف کالے منڈی ملتان

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ کا سادہ دربار خلافت سرگرم انصاف وعدل تھا۔ اکابر صحابہؓ موجود تھے اور مختلف معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے۔ کہ ناگہاں ایک خوشرو نوجوان کو دو نوجوان پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی کہ "یا امیرالمومنین اس ظالم سے ہمارا حق دلوایئے۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا ہے۔ حضرت فاروقؓ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا فرمایا۔ "ہاں دونوں کا دعوے تو سُن چکا۔ اب بتا تیرا کیا جواب ہے۔ اس نے نہایت فصاحت وبلاغت...... سے پورا واقعہ بیان کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہاں مجھ سے یہ جرم ضرور ہوا ہے اور میں نے طیش میں آ کر ایک پتھر کھینچ مارا۔ جس کی ضرب سے وہ پیر ضعیف مر گیا۔

حضرت فاروقؓ نے فرمایا تو تجھے اعتراف ہے۔ لہٰذا اب قصاص کا عمل لازمی ہو گیا اور اس کے عوض تجھے اپنی جان دینی ہوگی۔ نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا۔ مجھے امام کے حکم اور شریعت اسلام کا فتوے ماننے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن ایک بات کی درخواست ہے۔ ارشاد ہوا وہ کیا ہے۔ کہا میرا ایک چھوٹا نابالغ بھائی ہے۔ جس کے لئے والد مرحوم نے کچھ سونا چھوڑا تھا اور میرے سپرد کیا تھا کہ وہ بالغ ہو تو اس کے سپرد کروں۔ میں نے اس سونے کو ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا تھا اور اس کا علم سوائے میرے کسی کو نہیں ہے اگر وہ سونا اس کو نہ پہنچا۔ تو قیامت کے دن میں ذمہ دار ہوں گا۔ اس لئے اتنا چاہتا ہوں کہ تین دن کے لئے ضمانت پر چھوڑ دیا جاؤں۔ جناب فاروقؓ نے اس بارے میں سر جھکا کر ذرا غور فرمایا اور پھر سر اٹھا کر ارشاد فرمایا۔ اچھا کون ضمانت دیتا ہے کہ تو تین دن کے بعد تکمیل قصاص کے لئے چلا آئیگا۔ فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد فیض بنیاد پر نوجوان نے چاروں طرف دیکھا۔ اور حاضرین مجلس کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ اور پھر ابوذرؓ کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا۔ یہ میری ضمانت دیں گے۔ حضرت فاروقؓ نے پوچھا "ابوذرؓ تم ضمانت دیتے ہو" انہوں نے فرمایا "بیشک میں ضمانت دیتا ہوں کہ یہ نوجوان تین دن کے بعد حاضر ہو جائے گا"

یہ ایسے جلیل القدر صحابیؓ کی ضمانت تھی کہ حضرت فاروقؓ بھی راضی ہوگئے۔ ان دونوں مدعی نوجوانوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا

اب تیسرا دن تھا۔ حضرت فاروقؓ کا دربار بدستور قائم تھا۔ تمام جلیل القدر صحابہؓ تشریف لے آئے۔ وہ دونوں نو عمر مدعی بھی آئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بھی تشریف لائے اور وقت مقررہ پر مجرم کا انتظار کیا جانے لگا۔ اب وقت گزرتا جاتا ہے اور اس مجرم کا پتہ نہیں۔ صحابہؓ میں ابوذرؓ کی نسبت تشویش پیدا ہو چکی ہے دونوں نے بڑھ کر کہا اے ابوذرؓ ہمارا مجرم کہاں ہے؟ انہوں نے کمال استقلال اور ثابت قدمی سے جواب دیا۔ اگر تیسرے دن کا وقت مقررہ گزر گیا اور وہ نہ آیا تو خدا کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا عدالت فاروقی بھی جوش میں آئی۔ حضرت فاروقؓ سنبھل بیٹھے اور فرمایا۔ اگر وہ نہ آیا تو ابوذرؓ کی نسبت وہی کارروائی کی جائے گی۔ جس کی شریعت اسلامیہ متقاضی ہوگی۔

یہ سنتے ہی صحابہ میں تشویش پیدا ہو گئی۔ بعض آبدیدہ اور بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ مجبور ہو کر لوگوں نے دونوں مدعیوں سے کہنا شروع کیا کہ تم خون بہا کر لو۔ انہوں نے قطعی انکار کیا کہ ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں۔" غرض لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ ناگہاں وہ مجرم نمودار ہوا۔ مگر اس حالت میں کہ پسینے میں ڈوبا ہوا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ آتے ہی حضرت فاروقؓ کے سامنے آیا۔ خندہ پیشانی سے سلام کیا اور عرض کیا۔ میں نے اس بچہ کو اس کے ماموں کے سپرد کر دیا اور اس کی جائیداد انہیں بتا دی۔ اب آپ جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو بجا لائیں۔

اب حضرت ابوذرؓ نے فرمایا :-

امیرالمومنینؓ خدا کی قسم میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ کون ہے؟ اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور نہ اس روز سے پہلے کبھی اس کی صورت دیکھی تھی۔ مگر اور سب کو چھوڑ کر مجھے اس نے اپنا ضامن بنایا تو مجھے انکار کرنا مروت کے خلاف معلوم ہوا اور اس کے بشرے نے یقین دلایا کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچا ہوگا۔ اس لئے ضمانت دیدی اس کے آ پہنچنے سے حاضرین میں ایسا غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کہ دونوں مدعی نوجوانوں نے خوشی میں آ کر عرض کیا۔

امیرالمومنین ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا۔ سب طرف سے نعرہ ہائے مسرت بلند ہوئے۔ اور حضرت فاروقؓ کا چہرہ مارے خوشی کے چمکنے لگا۔ اور فرمایا۔ مدعی نوجوانو! تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کروں گا۔ اور تم اپنی اس نیک نفسی کے ساتھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا۔

امیرالمومنین ہم اس حق کو خالص خدا کی خوشنودی کے لئے معاف کر چکے۔ لہٰذا اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں اور نہ لیں گے۔

یہ عجیب وغریب وفائے عہد کا واقعہ اس مسرت و شادمانی پر ختم ہوا

(بشکریہ مخزن اخلاق)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
قیمت ۱/۴
منظور شدہ محکمہ تعلیم
لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۳۱/۹ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبدالمنان جوہان
۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C.۳۰/۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک سالانہ ۱۱ شش ماہی ۶

پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔